

سائنس سوسائٹی کے نائب صدر ہیں۔ ہمیں دونوں سوسائٹیوں میں کام کرنا پڑا۔ پورے کالج میں بڑے بڑے بیٹرز اور ٹوٹس اس طرح آویزاں تھے، جیسے لکیشن ہو رہے ہوں۔ دس تا رنج سے سترہ تا رنج تک ہفتہ طلبا بمانے کا انتظام کیا گیا، جس میں دیگر مقابلوں کے ساتھ ساتھ ریس (دوڑ) کے بھی کئی مقابلے تھے۔

ہم تو بظہرے شدہ سوار میدان ادب کے اس لیے کھیل کا میدان ہمیں کبھی بھی راس نہیں آیا اس لیے ہم کسی اور مقابلے میں حصہ لینے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ کچھ عرصہ قبل ہاکی کھیلی تھی تو ہمارے دوست افتخار احمد کی ہاکی اس زوردار طریقے سے ہمیں لگی کہ دن میں چاند ستارے اور گھبراہرام فکلی نظر آنے لگے مزید یہ کہ ہاکی کی سیاست نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔

اعلیٰ اہلکاروں نے سازش کر کے حسن سرا دار اور حقیف خان کی طرح ہم کو بھی جیم سے باہر کر دیا۔ اس لیے ہم نے بحالت مجبوری ہاکی چھوڑ کر فٹ بال کو چنا۔ کمر فٹ بال کا ہمارے ملک میں کوئی

مستقبل نہیں ہے اس لیے اپنے مستقبل کی خاطر اس کو چھوڑ دیا بعد میں کرکٹ کھیلی مگر پچھا چہ گھ گیا اس پر ہمیں مرحوم رزاق راجو کی بات یاد آ گئی جو انہوں نے سلور جو بیٹی پر گرام میں کہی تھی کہ کرکٹ میں ملک کا نام چڑھاؤ چہرہ جائے ہو پچھا چہ حالیتے ہو اور کھلاڑیوں نے ہمارے خلاف بغاوت کر دی مگر ان تمام تلخ تجربات کے باوجود ہم اس قول پر عمل کر رہے تھے کہ دوسروں کی خوشی میں خوش رہو۔

ایتھلیٹ

محبوب الہی مخمور

MEHBOOB ELAHI MAKHMOOR

جب گیلڈر کی موت آتی ہے تو وہ شہر کا رخ کرتا ہے مگر جب ہماری شامت نے پکارا تو ہم نے میدان کا رخ کیا۔ ہوا یوں کر گزشتہ دنوں کالج میں ’’بغضِ طلبا‘‘ کے سلسلے میں زور و شور سے تباہیاں ہو رہی تھیں۔ ان تیاریوں میں ہم بھی مختلف کام سر انجام دے رہے تھے۔ کیونکہ ہم کالج کی بزمِ ادب کے جنرل سیکریٹری اور پلٹیفیکل

ہماری کلاس کے کئی لڑکے ان مقابلوں میں حصہ لے رہے تھے ہم جب نو تاریخ کو کالج پہنچے تو نام لکھنے جا رہے تھے۔ ہم نے اپنا نام کسی بھی کھیل میں درج نہیں کروایا کیونکہ ہمیں سابقہ تجربا بتاوا رہے تھے اور ہمیں معلوم تھا کہ یہ ہمارے بس کاروگ نہیں ہے اور نہ ہم نے دوڑنے کی مشق کی تھی البتہ پچھلے ماہ دوڑنے کے سلسلے میں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا تھا جس کے بعد سے ہم نے دوڑ لگانے سے مزید پوہ کر لی تھی۔ ہوا یوں تھا وہ ہمارے رشتے دار سید انوار احمد نے جو کہ اپنے آپ کو اقلیت کہتے تھے اور کوئی ٹرافیوں اور کپ حاصل کر چکے تھے (شاید کسی کہاڑیے سے خرید کر جمع کیے تھے) جنہیں دکھا کر وہ ہم پر عجب ڈالتے تھے انہوں نے کہا کہ بھائی عارف تم بھی ورزش کیا کرو اور دوڑ لگایا کرو اس طرح تمہاری صحت بھی صحیح رہے گی اور اگر تم کسی مقابلے میں حصہ لو گے تو ہماری طرح انعام بھی حاصل کر لو گے۔ ہم نے سوچا انوار احمد کو شفیق مارنے کی عادت ہے اس لیے اپنی بڑائی بیان کر رہا ہے۔ ہم نے ان کی بات کو ایک کان سے سنا اور دوسرے سے اڑا دیا۔ مگر دوسرے دن فرصت کے وقت سوچا تو انوار احمد کی بات مناسب لگی اور ہم نے ورزش کی ایک کتاب خرید لی اور اس میں درج طریقے سے ورزش شروع کر دی۔ ایک جگہ درج تھا کہ صبح کی دوڑ بہت ہی زیادہ مفید ہے ہمیں فوراً انوار کی ٹرافیوں یا ڈاگٹیں کر دوڑ دو طرح سے مفید ہے ایک تو صحت کے لیے اور دوسری ٹرافیوں حاصل کرنے کے لیے۔ رات کو ورزش کی پوری کتاب پڑھ ڈالی آخری صفحے کی چار لائنیں باقی

تھیں کہ کس کی ٹیسی والوں نے جلی بند کر دی کہ کتنے ہم نیا وہ پڑھ کر اپنی بیانی خراب نہ کر لیں۔ اب صبح کا بڑی بے چینی سے انتظار کرنے لگے صبح ہوا اور دوڑ شروع کریں۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی تو ہم نے اپنا ٹریک سوٹ نکالا جو کئی سال پیشتر ہماری کزن تسلیم نے ہمیں سالگرہ کے موقع پر دیا تھا کہ ہم کھلاڑی بن کر ان کا اور اپنا نام روشن کریں گے۔ مگر اس کی حالت اتنی خراب تھی کہ چوبیسوں نے کات کاٹ کر اس کو پھینک کر دیا تھا ہم نے شوار کرتے ہی میں ورزش شروع کی اور گھر سے دوڑ لگانے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔

ہم نے دوڑ لگا کر ابھی بمشکل ایک فری لاک کا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ آگئوں نے جواب دے دیا اور ہم باہتے کا پتے پیسے میں شراہور اپنی خانہ کے گھر پہنچے کیونکہ ان ہی کا گھر اس وقت بہت قریب تھا۔ ہماری یہ حالت دیکھ کر خالہ جان پریشان ہو گئیں ہماری کزن تسلیم فوراً پانی لے کر آ گئیں۔

”کیا بات ہے کیا کوئی کتا تمہارا سے پیچھے پڑ گیا ہے“ تسلیم نے کہا۔ ”ہم نے کہا“ نہیں“ اور اپنی ڈھالی کلوی کر دن بلا دی اور صبح کی دوڑ کا بتایا تو ان کی جان میں جان آئی اور ہمارے خالہ زاد عبداللہی ہمیں سہارا دے کر گھر تک پھوڑ گئے۔

گھر آ کر ورزش کی کتاب اٹھائی اس میں لکھا تھا کہ دوڑنے کے بعد دھوئی غذا استعمال کی جائے خاص کر بادام یا دام کا نام پڑھ کر منہ میں پانی بھرا یا جبکہ گھر کے نکلوں میں ایک ہفتے سے پانی نہیں

مضمون ”کتنے“ کے قاری۔ ہمیں پطرس صاحب کے مضمون کی ایک ایک بات یاد تھی جو انہوں نے اپنے مضمون میں تحریر کی تھی۔ ہم نئی آفت سے گھبرا کر میدان سے گھری جانب دوڑ پڑے، ہم آگے آگے اور تارتا پیچھے پیچھے۔ ہمیں بے ساختہ اس عالم میں بھی کراچی کی مٹی بسوں کی دوڑ یاد آگئی جو چلتی ہیں تو ایسے جیساں کے پیچھے کتے لگے ہیں اور نہ چلیں تو ایسی کھڑی ہوتی ہیں جیسے بڑا حرام کرتا۔

دور سے گھر کا دروازہ بند نظر آیا۔ ہم سمجھ گئے کہ اگر رکے تو کتنا ہمیں ضرورت کا لے لگا اور بے چارے کتے کو چودہ نیلے گلوٹا پڑیں گے اور وہ غلطی ہو گئی میرا مطلب ہے ہم کاس لیے براہ کی گلی میں داخل ہو گئے مگر اس کم بہت کتنے نے ہمارا پیچھا نہ چھوڑا اور ہمیں ورزش کراتا رہا۔ ہاری حالت یہ تھی کہ پسینے سے شرابور تھے اور انگلیں دروسے دہری تھیں مگر کتے کا خوف ہمیں دوڑنے پر مجبور کر رہا تھا۔ ایک بار پھر ہم میدان میں داخل ہو گئے۔ میدان کا پورا پورا کھراکے گھر کا رخ کیا ہیڑی مشکل سے گھر پہنچے دروازہ کھلا ہوا تھا۔ بابا جان بچری نما ز پڑھنے کے لیے مسجد جا رہے تھے۔

”عارف کیا بات ہے؟“ ہمیں اس حالت میں دیکھا تو بابا جان نے حیران ہو کر پوچھا۔
 ”وہ..... بابا جان..... وہ.....“ پیچھے مڑ کر دیکھا تو کتے کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ کتا اس طرح غائب ہو گیا جیسے کبھی۔

آیا تھا۔ بیسوں میں ہاتھ ڈالا صرف 75 پیسے کے سوا کچھ نہ نکلا۔ وہ بھی اس لیے نکل آئے کہ ہم ایک کہانی کے آئینہ بے پغلو کرتے ہوئے بازار میں ایک فقیر کے برابر میں کھڑے ہو گئے تھیں اس پر کسی بھلے ماٹس نے یہ عنایت کی کہ پورے 75 پیسے ہمارے ہاتھ پر رکھ دیے۔ جب ہم نے سر اٹھایا تو وہ صاحب جاچکے تھے۔ بڑی سوج بچار کے بعد اس نیچے پر پہنچے کہ 75 پیسے کی خوبیاں خریدی جائیں۔ خوبیاں علیحدہ کھانا کپڑوں کی اور اس کے با دام صبح ورزش میں کام آئیں گے۔ اس طرح ایک پختہ دوکان والی بات ہوگی۔ ورزش کی کتاب میں با دام لکھا ہے، چاہے وہ خوبیاں کتنی ہی کیوں نہ ہوں۔ صبح کو مزہ اندھیرے اٹھے اور خوبیاں کے با دام پانی سے نکال کر چنگلی شروع کی۔ ابھی کچھ دور ہی دوڑے ہوں گے کہ ہمیں ایک ٹھوکر لگی اور زمین ایک دم پتھر بنی ہو گئی۔ ہم سمجھ گئے کہ یہ وہ پانی سڑک ہے جس پر دو ماہ سے سڑک بننے کے لیے پتھر پڑے ہیں۔ ہمارے گھر اور میدان کے درمیان ایک فرلانگ کا فاصلہ ہوگا۔ ہم نے ہمت کر کے پتھر بنی زمین کو طے کیا اور میدان میں داخل ہوئے۔ ویسے میدان کہنا اس کی تو ہون ہوگا کیونکہ آدھ میدان تو با جائز قابضین نے گھیر رکھا تھا۔

میدان میں دوڑنے کے دوران ہماری نظر ایک عدد دکتے پر پڑی جو ہماری حرکات و سکنات کا بازے غور سے جائزے لے رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر اس کو بھی شاید ورزش کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس نے ہمارے پیچھے دوڑ لگنا شروع کر دی۔ ہم ٹھہرے۔ پطرس بخاری کے

”بھئی وہ کیا؟“ اب جان نے پوچھا۔
 ”وہ ہم ورزش کر رہے ہیں“ ہم نے بات بتائی۔
 ”مگر ایسی حالت اور ورزش؟“ اب جان نے کہا اور میں گھور رہے
 ہوئے مسجری جانب چلے گئے۔
 ہمارے کمرے میں داخل ہو کر پلنگ پر گر پڑے دو گھنٹے کے
 بعد جب حواس درست ہوئے تو ہم نے ورزش کرنے اور دوڑنے سے قوی
 کر لی۔
 دس تاریخ کو جب ہم کالج پہنچے تو دیکھا کہ پندرہ سو میٹر کی
 دوڑ کا مقابلہ شروع ہو چکا تھا ہمارے کلاس شیلو ظاہر اور چاویہ بھی
 دوڑ رہے تھے۔ ہم نے اپنا فرض سمجھتے ہوئے ان کو مفید مشوروں سے
 نوازا۔ ہماری عادت ہاکی اور کرکٹ کے ماہر کی مانند تھی کہ
 کچھ معلوم نہ ہو مگر ماہر اندرائے دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں جب
 ظاہر دوسرے پیکر میں ہمارے پاس سے گزرا تو ہم نے کہا۔ آہستہ دوڑو
 آخری دو چکروں میں تیز دوڑنا تاکہ تم پہلے نمبر پر آ سکو آخر یہ دس
 راؤنڈ کی دوڑ تھم ہوئی اور طارہ نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ ہم
 نے اسے شاباش دی کہ اگر تم مزید ہماری ہدایات پر عمل کرتے رہے تو
 پہلے نمبر پر آ جاتے۔ دوسری دوڑ کا مقابلہ شروع ہونے والا تھا جس میں
 چھ سو میٹر کا فاصلہ تھا۔ ہمارے متحدہ دہم جماعتوں کیپٹن ’نرمیہ‘
 کوڑ اور طارہ نے کہا کہ تم بھی مقابلے میں حصہ لیتے جاؤ۔ ہم نے
 جوش میں آ کر فوراً نام لکھوایا۔ ہمارے ساتھ ایک ہم جماعت
 فراصت حسین بھی ریس میں شامل ہو گئے۔ ہم نے اپنی عینک اتاری

کہنے پر بغیر سوچے سمجھے عمل کرنا سب سے بڑی حماقت ہے۔

اور دوسری پوزیشن پر پہنچ چکے تھے۔ ہمارے ساتھ فراصت تھا جو ہم

سے چار پانچ قدم آگے دوڑ رہا تھا کسی نے پھر آواز لگائی کہ دوڑ نہیں

سکتے تھے تو آنے کی ضرورت کیا تھی ایک اور آواز سنائی دی۔

”چاپا پائی لے آؤ تھیلیٹ صاحب آرام کریں گے“ ہم نے ڈگلا گاتے

قدموں سے یہ بات سنی تو بوش میں آگئے۔ معلوم نہیں ہم میں کہاں

سے اتنی طاقت آگئی کہ ہم نے فراصت کو پیچھے چھوڑا اور اختتامی

لائن پر پہنچ گئے پھر ہمیں بوش نہیں رہا۔ زمین پر پیٹھ کرنا پئی

نا ہموار سرائسوں کو درست کرنے لگے۔ تماشائیوں میں سے کسی نے

کہا ”بھائی تھیلیٹ گھاس پر پیٹھ جاؤ“ جب ہم زمین سے نہ اٹھے تو

کسی اور نے کہا ”بھائی ان کو تو اس وقت ہر طرف گھاس ہی گھاس

نظر آ رہی ہے“ ایک گھنٹے کے بعد اٹھے تو ہمارے دوست طاہر نے آکر

کہا ”مبارک ہو تم نے تیسری پوزیشن حاصل کی ہے۔ ہم نے مسکراتے

ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا اور گھر کے لیے واپس ہوئے گھر پر ہماری

وی کزن تسلیم آئی ہوئی تھیں جنہوں نے ہمیں ٹریک سوٹ تھے

میں دیا تھا انہوں نے ہماری شکل دیکھی تو بولیں ”کیا یرقان ہو گیا ہے

جو آنکھیں اور صورت چلی ہو رہی ہے تمہاری؟“۔ ہمیں غصے میں

دیکھ کر تسلیم نے خیریت اسی میں جانی کہ ہم سے کسی اور وقت

خوشگوار موڈ میں دیکھ کر بات کریں اس لیے وہ ہماری بہن یا سہیلی

کے کمرے میں چلی گئیں۔

دو دن تک ہماری ناگموں میں شدید درد رہتا رہا اور ہم نے تو پکی

کہ آئندہ دوڑ کے مقابلے میں حصہ نہیں لیں گے کیونکہ کسی کے